(حسب فرمائش بابو سیتا رام بک سیلر علی گڑھ سٹی)

اصلی مثنوی

سرشار محبت

یعنی

فریب عشق

مصنفہ

جناب نواب مرزا صاحب شوق لکھنوی مرحوم و مغفور

قیمت فی جلد [illegible] باہتمام منشی قمر الدین خاں پرنٹر

عثمانی پریس آگرہ میں چھاپا گیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی

فریب عشق

عرف

زہر عشق حصہ سوئم

حمد

اے قلم لکھ تو پہلے بسم اللہ	بعدہ لا الٰہ الا اللہ
بعد احمدؐ کی مدح کر تحریر	کہ وہ دنیا میں ہے خدا کا وزیر

نعت

پایا آدم نے ہے اسی سے شرف	تاج فرق پیمبران سلف
سچ کہ محبوب کبریا ہے وہ	خلق میں نائب خدا ہے وہ

منقبت

بعد احمد علی کے لکھ اوصاف ۔ نذر کی تیغ جس کی روز مصاف

آبرو دونوں نے برابر دی ۔ تیغ حق نے نبی نے دختر دی

دھوم اس تیغ کی ہے عرش تلک ۔ ضرب حیدر سے کانپتے ہیں ملک

جب کیا فتح قلعہ خیبر ۔ تھی یہی ذوالفقار زیب کمر

بھولی احمد کو پھر نہ یاد علی ۔ آئی جس روز سے کہ نادِ علی

ماسوا اس کے کیا یہ اوج ہے کم ۔ دوش احمد پہ تھے علی کے قدم

مدح حیدر نہیں بشر کی مجال ۔ اب سنو عشق جانگداز کا حال

داغ الفت ہر اک کے دل میں ہے ۔ عشق انسان کے آب و گل میں ہے

اس میں ڈوبا ہوا ہے سر تا سر ۔ خالی اس سے نہیں ہے کوئی بشر

آغاز داستان

میں بھی تھا کمسنی میں عاشق تن ۔ پالے طفلی میں کھیلنے کو ہرن

دل سے چالاکی انکی بھاتی تھی ۔ پیاری ہی آنکھوں پہ جان جاتی تھی

کھیلتا تھا اسی سے میں غمگین ۔ کوئی ہمجولی ہوتے تھے جو حسین

دیکھکر پھر نہ واں سے ٹلتا تھا ۔ اچھی صورت پہ دم نکلتا تھا

رفتہ رفتہ جو میں جوان ہوا ۔ اور ہی اور دل میں دھیان ہوا

زر خدا نے دیا تھا کثرت سے
مال دنیا ملا تھا حکمت سے

خوش گذرتے تھے اسطرح ایام
عیش رہتا تھا صبح سے تا شام

جمع رہتے تھے بزم میں وہ حسین
نہ ہوئے ہیں نہ ہوئیں گے جو کہیں

خوبرو کوئی نازنیں کوئی
مہروش کوئی مہ جبیں کوئی

شوخ چالاک خوش مزاج ذہین
ہن جوانی کا سب کے سب شوقین

خوشنما خوش مزاج خوش اسلوب
ایک ایک اپنی طرز پر محبوب

عاشقی کے فنون سے ماہر
سب کے سب خوش جمال خوش ظاہر

آشنا دوست سب کے سب ہمراز
خوش بیاں کوئی کوئی خوش آواز

شہرہ پایا تھا خوش جمالی سے
سب کے سب خاندان عالی سے

شوخ ہر ایک کی طبیعت تھی
طرفہ یاروش بخیر صحبت تھی

شوق ہر ایک فن کا رہتا تھا
چرچا شعر و سخن کا رہتا تھا

کھانا بے دل لگی نہ پچتا تھا
میلا ٹھیلا کوئی نہ بچتا تھا

روز رہتا تھا لطف سیر و شکار
شب کو بجتی تھی بین دن کو ستار

وضع کی گو تھی سب کو پابندی
پر نہ بچتی تھی کوئی نوچندی

دوست جتنے تھے رہتے تھے ہمراہ
کربلا میں کبھی کبھی درگاہ

رہتا تھا تیرہوں کا جلسہ یاد
شام سے جاتے تھے حسین آباد

لوگ پہلے سے وانپہ جاتے تھے
فرش تالاب پر بچھاتے تھے

دوپہر رات جب گزرتی تھی
رات ہنس بول کر گزارتے تھے
ہوش باقی نہ رہتا تھا تن کا
دل کے ارمان سب نکالتے تھے
جمع ہوتے تھے سینکڑوں محبوب
لذت زندگی اُٹھاتے تھے
خوش گلو جبکہ تان لیتے تھے
پُرزے پُرزے اُڑاتے تھے دل کے
دلمیں لوگوں کے جو بھرا تھا مذاق
لطف صحبت کا جو اُٹھاتے تھے
جمع ہونے لگے جو غیرت حور
دیکھ اس طرح ہم فقیروں کو
تھا مزا جن کی کچھ طبیعت میں
رشک بیجا ہی گر رقیب کرے
جائے شکوہ ہے نہ شکایت ہے
ہو وہ موجود جو کہ جی میں ہے
دیکھ کر ایسی بزم کا جوبن ہے

ڈولی پہ ڈولی پھر اُترتی تھی
صبح سب اپنے گھر سدھارتے تھے
آتا تھا جب مہینا ساون کا
جھولے باغوں میں جاکے ڈالتے تھے
خوش گلو خوش مزاج خوش اسلوب
پہنتے تھے گاتے تھے بجاتے تھے
دل تو کیا چیز جان لیتے تھے
کوکتے تھے مثال کوئل کے
رہتے تھے ایسی بزم کے مشتاق
بن بلائے سب آپ آتے تھے
صحبت اپنی بھی ہوگئی مشہور
رشک آنے لگا امیروں کو
کہتے تھے اپنی اپنی صحبت میں
یہ تو جس کو خدا نصیب کرے
اس میں بھی اپنی اپنی قسمت ہے
زندگی کا مزا اسی میں ہے
کہتے تھے بعضے عقل کے دشمن

گو گنہگار ہے خدا تو ہے — کیوں نہ آئے حسد کی جا تو ہے

سچ تو یہ ہے کہ جائے حیرت تھی — کچھ عجب نکھری نکھری صحبت تھی

حال ابتر تھا بدنصیبوں کا — رشک بیجا نہ تھا رقیبوں کا

ایسی صحبت میں گزرے جب کئی سال — ہو گیا ہم کو اس ہنر میں کمال

رہے جب ایسے کارخانے میں — ایک شہرہ ہوا زمانے میں

ظلم جب سہہ چکے حسینوں کے — ہوئے مرشد تماش بینوں کے

تھا جو اس فن میں دخل حد سے زیاد — ہم نشیں ہم کو کہتے تھے استاد

پھر الفت کے ہوتے تھے جو غریق — سیکھتے تھے سب آ کے اس کے طریق

شوق سے مے پیتے تھے ہر دم — سب میں پیر طریق عشق تھے ہم

ایک دن سیر کو اٹھے ناگاہ — کربلا پہنچے ہو کے ہم درگاہ

خیمہ استادہ اک نظر آیا — میں ٹہلتا ہوا ادھر آیا

دیکھا اس میں ہی ایک مہ پارہ — خیمہ روشن ہے حسن سے سارا

بیٹھی ہے وہ قریب چلمن کے — باہر آتا ہے نور چھن چھن کے

نور حسن و جمال سے اس کے — لو نکلتی ہے گال سے اس کے

ہلکے جس سمت آنکھ پھرتی ہے — جان عاشق پہ برق گرتی ہے

اک کہاری کھڑی ہے باندھے ہات — ہر گھڑی کرتی ہے اسی سے بات

حکم احکام سب بجا لاتی ہے — وہی ہر بار آتی جاتی ہے

اس قرینے سے یہ ہوا ظاہر
راز سے انکے ہے یہی ماہر

آگیا عیش زندگی میں خلل
ہو گئی جان دیکھ کر بے کل

دیکھ یہ آدمی سے ہیں نے کہا
نام گھر پوچھ لے کماری کا

مشورہ کرکے ٹھہری یہ تدبیر
اب جو ڈھونڈی ہے رجب کی اخیر

راضی اسیر کرو کماری کو
کہ اترا دو یاں سواری کو

اتنا کر دے گی گر ہمارا کام
حسب دلخواہ پائے گی انعام

سوچ یہ آدمی کو حکم دیا
اس کماری کو جلد لیکر آ

دیکھ کر میری بے قراری کو
گھر سے لایا وہ اس کماری کو

آمادہ کرنا کماری کو واسطے لانے بیگم کے

کہا اس سے یہ کام ہے ہم کو
لا کے ملوا دو اپنی بیگم کو

کسی صورت سے پھسلا کر لاؤ
میرے گھر تک سوار کرکے لاؤ

بولی اک عرض کرتی ہوں اس آن
تب سمجھئے گا اس میں اور گمان

شمع ظاہر میں گو کہ سادی ہے
پھر وہ آخر امیرزادی ہے

سب امیر ان شہر مرتے ہیں
خود حسین انکو پیار کرتے ہیں

شہر میں شعر خوار ہیں وہ بھی
آفت روزگار ہیں وہ بھی

بات سنتے ہی تاڑ جائیں گی
میرے فقرے پہ وہ نہ آئینگی

حسن پر اپنے رشک حور جانتے ہیں
بہت اپنے کو دور جانتے ہیں

بات کہتے ہی تاڑ جائیں گی
مگر اک بات سب سے بہتر ہے
جائیں جب کربلا سے گھر کیطرف
آ گئے پھر آپ جائیں آپکا کام
سُن کے یہ میں نے کہا کہ بسم اللہ
یہی بتلا سکو تھا میں یہی گھات
پا گئی جب قرار یہ تدبیر
باغ اس جا پہ اک ہمارا تھا
اُسی گل کے بھرے باغ میں بیٹھا
رہ گیا وہ گھڑی جو دن باقی
اُسکے آنے کی یاس ہونے لگی
اتنے میں دیکھتا ہوں کیا اکبار
پیچھے پیچھے کہاری آتی ہے
چھپ گئی شکل کو دکھا کر وہ
وعدہ انعام کا جو تھا دل خواہ
آتے ہی کہہ نہیں جو وہاں ناگاہ
حسبِ وعدہ ہٹ گئے جو کہار

میرے قصرے پہ وہ آ بیٹھنگی
آ گئے پھر آپ کا مقدر ہے
لاؤں ڈھو کے تو پاؤ ادھر کیطرف
میری جانب نہیں ہے یہ الزام
خوب تدبیر سوجھی ہے واللہ
چھین لی گویا میرے منہ کی بات
آئی نوشید ہی بھی جب کی اخیر
کہ بہت سا اُسے سنوارا تھا
منتظر اپنے باغ میں بیٹھا
بڑھ گئی اور دل کی مشتاقی
طبع کچھ کچھ اُداس ہونے لگی
لئے آتے ہیں ایک پینس کو کہار
کچھ اشارہ سے کہتی جاتی ہے
ہٹ گئی کچھ پتا بتا کر وہ
لی کہاروں نے سیدھی باغ کی راہ
عشق نے دی صدا کہ بسم اللہ
پردہ کھولا تو دیکھی اور بہار

باغ ہی پر عجب ہی یہ روداد | نہ کوئی آدمی نہ آدم زاد
گل ہیں سب اپنے اپنے جوبن پر | ہے یہ گل ہی صبا کے توسن پر
ہے عجب لطف پر شگوفۂ گل | باغ رنگین جس سے ہے بالکل
ہے عجب لطف پر جمال چمن | جھومتے ہیں کھڑے نہال چمن
سبزہ اک جا پہ لہلہاتا ہے | پیچ سنبل کہیں پہ کھاتا ہے
مالتی کھل رہی جو ہر سو ہے | کچھ عجب بھینی بھینی خوشبو ہے
آب پاشی سے سبزہ لائق دید | سبز مخمل پہ جیسے مروارید
پھول پھول ایک ایک بوقلمون | ہوتے دیکھ آدمی کو خون
وہ سہانا سماں وقت زوال | لطف گلشن سے ہر شجر ہے نہال
باغ چھوٹا سا پیارے پیارے چمن | گل تو گل پتے پتے پر جوبن
بیچ میں بنگلہ ایک ہے خس کا | فرش جس میں تمام اطلس کا
چار جانب سے آتی ہے خوشبو | کہیں جوہی کھلی کہیں شب بو
ہر چمن پر نئی طرح کی بہار | پھولا اک سمت کو ہے ہارسنگھار
سب چمن اپنے اپنے رنگ کے ہیں | پھول کچھ چین کچھ فرنگ کے ہیں
قفس طائران تیز زبان | ہیں قرینوں سے اپنے آویزان
گل جو چاروں طرف مہکتے ہیں | مست ہو ہو کے سب [illegible]
بولی اس جا کہار آئے کہاں | [illegible] کہاں

بوجھ گردن کا اپنے ٹال دیا
جہاں چاہا ہمیں کو ڈال دیا

رہ گئی راہ میں کہاری کیوں
یاں اتاری مری سواری کیوں

کیا موؤں پر قیامت آئی ہے
موذی کاٹو کی شامت آئی ہے

رکھدی اپنی خوشی سے اسواری
موئے نوکر ہیں یا ہیں بیگاری

یہاں لا کر جو مجھکو ڈالا ہے
دال میں کچھ نہ کچھ تو کالا ہے

کیسی آفت دیہ الٰہی ہے
آج جی جان کا خدا ہی ہے

راہ میں بیٹھتے تو ڈرتی ہوں
دیکھو گھر چل کے کیا میں کرتی ہوں

سنے میں نے جو اس طرح کے کلام
ضبط کا دل کو پھر رہا نہ مقام

کام جرأت کا یہ کیا اسدم
آ کے پردہ الٹ دیا اسدم

اور کہا کیا خطا کہاروں کی
ہے خطا ہم گناہگاروں کی

خالی اس جرم سے حضور ہیں وہ
سچ تو یوں ہے کہ بیقصور ہیں وہ

ان کے بدلے مجھی کو دو تعزیر
ان بیچاروں کی کچھ نہیں تقصیر

باغ پھولا ہوا ہے سبزہ ہے
ہر طرف آب سرد چھڑکا ہے

دیکھو کیا چل رہی ہے سرد ہوا
دو گھڑی سیر کیجے اس جا

کوئی اتنی رہ کہاں کرتا ہے
یہ تو سمجھو کہ کوئی مرتا ہے

آپ کو کربلا میں دیکھا تھا
جان جاتی تھی دم نکلتا تھا

آج اللہ نے کیا بشاش
ایک مدت سے آپکی تھی تلاش

غصہ ہونا مہ جبین کا اور جواب دینا عاشق بیتاب کو

بولی قائل ہوں اس ڈھٹائی کی ۔ اے لو خوبی تیری صفائی کی
ماشاء اللہ کتنے صاف ہیں آپ ۔ کتنے جم جم سے خوش غلاف ہیں آپ
ارے تو کون ایسا بنیا ہے ۔ سچ بتا یہ فریب کیا ہے
میں تو جاتی تھی اپنے گھر کی طرف ۔ کون لایا مجھے ادھر کی طرف
مجھ بیچاری کو یہ دماغ کہاں ۔ ہم کہاں اور سیر باغ کہاں
وہ کرے سیر جو نہ بیوہ ہو ۔ وہ پھرے جس کا شوخ و بانکا ہو
باغ کی سیر ہم کریں اب کیا ۔ غیر کے پھول پھل سے مطلب کیا
مجھے باتیں نہ اب بنائیے آپ ۔ باغ سبز اور کو دکھائیے آپ
سیر میں مجھ کو امتیاز نہیں ۔ تم پھرو بندی سیر باز نہیں
دون پہ جو دماغ آپ کا ہے ۔ اب میں سمجھی کہ باغ آپ کا ہے
ہوئی ہے مجھ پہ میل یہ کیسے ۔ آپ کے ہیں یہ پھیل یہ کیسے
غیر تم سے تو کیا میں بولوں گی ۔ پر کہا ہی سے جائے سمجھ لوں گی
اس گھڑی تو بچی سمجھ لوں گی ۔ گھر چلیں تو بچی سمجھ لوں گی
ایک حرافہ [illegible] ۔ آج کھائے گی میرے ہاتھ کی مار
اب یہ کر لی ہے ارادہ آپ کی غرض ۔ فیل کرنا تھا مجھ سے کونسا فرض

عاشق اور مہ جبین کی گفتگو

حاصل اس فقرے بازی سے کیا تھا
مطلب اس چلبلازی سے کیا تھا

اس طرف جو طبیعت آئی ہے
جی ہیں کیا آپ کے سائی ہے

کئے مجھ سے جو اس طرح کے کلام
کون ہیں آپ کیا ہے آپکا نام

یہ تو سمجھی کہ خوش بیاں ہیں آپ
رکھتے کیا نام کیا نشاں ہیں آپ

دیکھی جرأت بہت بڑی تیری
واہ رے ڈھیٹھ ڈھوکڑی تیری

قبل سے اپنے گھر اتارتا ہے
دن دہاڑے تو راہ مارتا ہے

نام بتلانا عاشق زار کا قہقہہ مار کر کہنا مہ جبین کا

نام جو وقت میں نے بتلایا
قہقہہ مار کر یہ فرمایا

ایلو میں بھی کہوں سبب کیا ہے
ارے تو ہی نواب مرزا ہے

ایک ہی مرشد ہو تم قصور معاف
سن چکی ہوں میں آپکے اوصاف

بیوفائی میں دل جلانے میں
تو تو مشہور ہے زمانے میں

پھنس کے چھوٹا نہ دام سے تیرے
لوگ ڈرتے ہیں نام سے تیرے

سنتے ہمجولیوں سے تجھے اکثر
کہ نہایت ہے وہ زباں آور

کہتی تھیں وہ ہر اک سے ہنستا ہے
بات کرنے میں اس سے پھنستا ہے

تن بدن سن کے کانپ جاتا تھا
نام سے تیرے خوف آتا تھا

پہنچ لائیگی تیرے گھر مجھکو
یہ نہ قسمت سے تھی خبر مجھکو

سچ بتا کیا تو قہر کرتا ہے
سب حسین ظلم تیرے سہتے ہیں
کیا اثر ہے زبان میں تیری
تجھ سے تو بات کرنا آفت ہو

آپکا ذکر ہر بیان میں ہے
سبکو فقروں میں کیوں لپیٹا ہے
جعلسازی یہ تجھ کو کیوں کر آئی
پیرا اچنبھا مجھے گزرتا ہے

بخدا خاک جو خوش آتا ہو
بات کرنا تو کیا سلام نہ لوں
ہے بڑا بول منہ پہ کیا لاؤں
لاکھ عاشق ہو میری صورت کا

لگتی ہوں آپسے میں جوڑ کے ہاتھ
مہربانی ادھر کو کم رکھیے
ہے یہ بیجا خیال میں تیرے
کوئی عاقل یہ کام کرتا ہے
آگ میں کوئی آپ جلتا ہے

جسکو تکتی ہوں تجھ پہ مرتا ہے
جادوگر لوگ تجھ کو کہتے ہیں
سب کلپتے ہیں جان کو تیری
آدمی کا ہے کو قیامت ہے

تو تو ضرب المثل جہان میں ہے
صبر ایک ایک کا کیوں لوٹتا ہے
ایک کو سالی دوسرے کو بدھائی
تجھ میں کیا ہے جو کوئی مرتا ہے

پھوٹیں آنکھیں جو مجھ کو بھاتا ہو
میں تو اس شکل کا غلام نہ لوں
لوٹا چوکی پہ بھی نہ رکھواؤں
کتا پالوں نہ تیری صورت کا

فیل بازی نہ کیجیے میرے ساتھ
پھیرے ادھر ذرا کرم رکھیے
میں نہ آؤں گی جال میں تیرے
دیدہ دانستہ کوئی مرتا ہے
جیتی مکھی کوئی نگلتا ہے

آپ سے کوئی جی گنواتا ہے — جان کر کوئی زہر کھاتا ہے
کون دے ملکے تجھ سے اپنی جان — تو تو بتیس دانت میں ہے زبان
ایک ہی خانہ خراب ہے تو — چنیٹوں کا بھرا کباب ہے تو
لاکھ ہوں جب بشر کے خواہشمند — طبع کو اپنی وہ نہیں ہے پسند
وہ طبیعت کو اپنی لاکھ لگائے — نوج ایسے سے کوئی آنکھ لگائے
ایسا ہرجائی نوج ہو انسان — ایڑی چوٹی پہ میں کروں قربان
بس نہ ہو اب میرے گلے کا ہار — جاؤں گی گھر بلا لے میری کہار

عرض کرنا نواب صاحب کا منہ جبین سے

سن کے ہنسنے کہا کہ واہ جی واہ — آپ بھی خوب چیز ہیں واللہ
لاکھ ہوتے بھی ہیں اگر قاتل — یوں نہیں توڑتے کسی کا دل
حسن کا ہے غرور جو بھی ہو — ساری دنیا سے تم انوکھی ہو
غیر کے حال پہ جو روتے ہیں — وہ بھی دنیا میں لوگ ہوتے ہیں
توڑ لاتے ہیں ہر طرح احباب — لاکھ کانٹوں میں پھولتا ہو گلاب
بدگمانی یہ مجھ سے رکھیے دور — عفو کردو ہوا ہی ہو جو قصور
تمنے دل میں جو یہ خیال کیا — کس سے بتلاؤ میں نے جال کیا
کیا فریب آپ سے کیا میں نے — کونسا تم کو چھل دیا میں نے

کیا زبان آوری حضور سے کی
بات بھی کی تو ہنسنے دوسری کی

کی ہے جنکی یہ آپ نے تعریف
وہ کوئی اور ہونگے ذات شریف

سب بشر اپنے اپنے کام کے ہیں
لاکھوں دنیا میں ایک نام کے ہیں

نہیں ایسا نہ میرا کام ہے یہ
آپ کا سب خیال خام ہے یہ

تم تو بے وجہ بغلیں جھانکتی ہو
ایک ہی لاٹھی سب کو ہانکتی ہو

اجی دو باتیں سن تو بیٹھ بھی جاؤ
اپنی حقہ پیو گلوری کھاؤ

ہاتھ منہ دھو کے سیر باغ کرو
بو سے پھولو نگے خوش دماغ کرو

پٹا ٹھہری خیال جو کہو گا ہیں
باجا ہاں تم چھیڑ دو ہم ستار بجائیں

لطف صحبت ذرا نہیں تم کو
کیا غضب ہے مزا نہیں تم کو

فکر کیا اس میں پھر گذرتا ہے
آدمی آدمی پہ مرتا ہے

وہ بشر کیا جسے نہ الفت ہو
تم مگر سخت بے مروت ہو

ہیں تو کہتے بھی کچھ ہوں شرماتا
طرز دنیا مجھے نہیں آتا

طبع پر ہم کہیں سوا تو نہ ہو
میرے کہنے سے کچھ خفا تو نہو

جس نے پہلے پہل محبت کی
جانے کیا راہ و رسم والفت کی

جو سہنے ابھی یہ کیا جانے
دل بہلتا کس طرح خدا جانے

عرض کرنا تو بے حجابی ہے
چاہنے والے کی خرابی ہے

دل کسی جا نہیں بہلتا تھا
جب سے دیکھا تھا دم نکلتا تھا

جھوٹ مت جان کبریا کی قسم — تو گرفتار ہوں خدا کی قسم
بے محابا نہ عرض کرتا ہوں — جان دیتا ہوں تم پہ مرتا ہوں
مجھکو پیچھے سواری گر منگوائیے — ہم کو ہے کہ سے جو گھر کو جائیے
آپ نہ گر توڑیے گا جی میرا — دم نکل جائے گا ابھی میرا
یہ تو ٹھیک مگر کہوں وہ نام نہیں — تم وہ ہو جس سے وہ غلام نہیں

جھنجلا کر دھمکانا مہ جبین کا نواب صاحب کو

بولی جھنجلا کے اپلو اور سنو — نہ سہی وہ میری بلا سے نہ ہو
وہ بھی ہوتا تو اپنا سر کھاتا — کیا زبردستی مجھ کو بٹھلاتا
ہنس کے پوچھا یہ نام کیا تم سے — کئے دو دو کلام کیا تم سے
تمنے تو پاؤں اور بھی پھیلائے — ماشاء اللہ کچھ مزے میں آئے
مجھے اب گھر کو جانے دیجے آپ — گر میاں اور سے پیجیئے آپ
خوب یہ کارخانہ دیکھا ہے — میں نے بھی اک زمانہ دیکھا ہے
ساری دیکھی ہوئی یہ گھاتیں ہیں — میرے ناخونوں میں یہ باتیں ہیں
ہم کہیں آتے اس فریب میں ہیں — تم سے سو ایسے میری جیب میں ہیں
لاکھوں ڈھونگ اٹھائے ہیں ایسے — سو گھر ڈھونڈے مٹائے ہیں اپنے
دل بہت جاڑ پڑ کے سیکھا ہے — خوب کچھ تم نے کہہ کے سیکھا ہے

قسمیں دینا نواب صاحب کا مہ جبین کو اور جواب دینا مہ جبین کا

گھر نہ جاؤ گے قسم دینے
آپ آئے ہیں ہم کو دم دینے

اے چل بیٹھ اپنا منہ بنوا
ہوش کی لے خبر جو اس میں آ

کرتا ہے فقرے بازیاں کیا خوب
ہم سے اور جعلسازیاں کیا خوب

ڈھنگ تقریر کے نرالے ہیں
کوئی سمجھے کہ بھولے بھالے ہیں

تم نے بندی سے پیش کب پائی
ہے ٹھٹھیرے ٹھٹھیرے بدلائی

گو تیری طرح فیلسوف نہیں
پر ہیں اتنی بھی بیوقوف نہیں

فریب دینا مرزا صاحب کا اور دم میں آنا مہ جبین کا نواب صاحب کی چال میں

دیکھا بگڑا ہوا جو اُن کا مزاج
ہیں یہ سمجھا کہ گر نکل گئی آج

کیسے کیسے کنوئیں جھنکائے گی
سینکڑوں لاکھوں فیل لائیگی

اب یہاں کوئی چال پھیلاؤ
رنگ کچھ اس سے اور ہی لاؤ

لاؤ پھندے میں ایسی بات کرو
جو نہ کرتے ہو اس کے ساتھ کرو

جان دیتے ہیں سب سخن کے لئے
کیا اٹھا رکھا ہے کفن کے لئے

فطرت اس سے نئی بناؤ کوئی
ڈھونڈھ کر تازہ فیل لاؤ کوئی

بیٹھو رو رو تباہ حال کرو
آج ہی وصل کا سوال کرو

آتی تو جینی ہیں نہ پوچھ زنہار
رنڈیاں گو کہ ساری آفت ہیں
شہر ان میں بھرا ہے سر تا سر
کھلتا ہر اک پہ ان کا حال نہیں
ڈھونڈھتی پھرتی خود جیب ہیں یہ
جو یہ کر جائیں کس کی طاقت ہے
دل پہ رکھیں جو یہ تو مرد کہلائیں
مالتی ہیں بناوٹیں ان کی
دل نہ لگتا ہو جن کا لگوائیں
دل کے آجانے کی فقط ہے یہ
نہیں اچھے برے کا ان کو وقوف
دل پھنسا اور لگے یہ ہونے پیار
تجھ کو چھوڑوں گی اب نہ میں قسم پھر
اور جو دل ان کا آ گیا کہیں اور
آپ سے میل ہی نہ تھا گویا
جب تلک دل سے مبتلا ہیں یہ
نئے دنیا سے ہیں مزاج ان کے

گر حقیقت میں ہوتی عصمت دار
بیگمیں اور بھی قیامت ہیں
نہیں کاٹے کا ان کے بے منتر
کون اس میں ہے جو چھنال نہیں
ہم سے دو لی تماش بین ہیں یہ
ان میں جو ہو وہ اک قیامت ہے
جو نہ رستم سے ہو وہ کر دکھلائیں
ہیں قیامت لگاوٹیں ان کی
ناک ان کے نہ ہو تو کو کہائیں
سارا دنیا و دین ہے اندھیر
کالے گورے پہ کچھ نہیں موقوف
صدقے قربان وارے تیرے نثار
تیری لونڈی ہوں جو تو چاہے کر
غش نہ خون ہو گئیں فی الفور
ان تلوں تیل ہی نہ تھا گویا
نہیں پیر کس کے آشنا ہیں یہ
ہیں خوشامد طلب مزاج ان کے

دل سے اس بات پر ہے جان نثار ظاہری ہے فقط یہ سب انکار

خوف اس کا نہ دل میں لاؤ تم آج ان سے غرض اڑاؤ تم

پاؤں پر گر کے منتیں کیجے جس طرح ہو کنوڈا کر دیجیے

وصل کا جب مزہ اڑائیں گی آپ سے آپ دوڑی آئینگی

پھر تو ہیں دل میں سوچ کر یہ بات ان سے کہنے لگا پکڑ کر ہات

تیغ سے سر اتار لی جاؤ جاؤ پھر مجھ کو مار لی جاؤ

آگیا ہے یہی طبیعت میں کھا کے کچھ مر رہوں گا فرقت میں

رو دی پھر آئیے گا مدفن پہ خون ہوگا تمہاری گردن پر

ہوگی رسوائی شہر میں حد سے زیاد نام مشہور ہوئے گا جلاد

آبرو خوب آپ کی ہوگی سب جہاں میں تھڑی تھڑی ہوگی

اک فقط میری جان جائے نہیں انگلیاں اٹھیں گی زمانے میں

کہہ کے یہ بینے چیخ اک ماری اشک آنکھوں سے کر دیے جاری

الغرض ایسا رو کے چلایا ہچکیاں لیتے لیتے غش آیا

جسم تھرا کے رہ گیا اک بار چھا گئے سارے موت کے آثار

کھنچ گئے تالو میں لگ گئی جو زبان رحم کچھ ان کو آگیا اس آن

رو کے منہ رکھ دیا مرے منہ پہ رکھ لیا سر اٹھا کے زانوں پر

گرے آنکھوں سے آنسو ڈھل ڈھل کر بولی یہ دونوں ہاتھ مل مل کر

جانتی تھی یہ جعلساز ہیں سب
دشمن جان ہیں یہ جیتوں کے
ایسے ہیں کیا سمجھتی تھی یہ بات
حال کچھ دل کا کہہ زبان سے بول
لونڈی ہوں جب تلک جیونگی میں
میں تو ہنستی تھی تو خیال نہ کر
منھ سے کہتا ہے کوئی مرتے ہیں
جرم پر اپنے انتباہ ہوا
گھر نہ جاؤں گی کبریا کی قسم
یوں کوئی اپنی جان کھوتا ہے
ہم کو پیٹے ہاے سے تجھے کہاے
قصد جانے کا دل سے دور ہوا
سانس الٹی لیا کیا میں بھی
دل میں تھرکا کیا پھوٹنے پر
جب بہت دیکھی اُن کی حالت زار
ضبط کر کے ہنسی کو اور دم کو
ہوش میں اُسنے جب مجھے پایا

جتنے عاشق ہیں فیل باز ہیں سب
یہ بھی فن ہیں تماش بینوں کے
ایسی اُلفت تھی تجھکو میرے ساتھ
تیرے صدقے ذرا تو آنکھ تو کھول
جو کہے گا وہی کروں گی میں
اپنے دل میں تو یہ ملال نہ کر
سامنے معشوق ناز کرتے ہیں
چلو تقصیر کی گناہ ہوا
یہیں رہ جاؤں گی خدا کی قسم
کہیں ایسا غضب بھی ہوتا ہے
دلمیں گر کچھ ملال اس کا لاے
عذر کرتی ہوں تو قصور ہوا
منت اُن کی سنا کیا میں بھی
ہنسی آتی تھی اُن کے رونے پر
لیکر انگڑائی میں ہوا ہوشیار
کھولا آہستہ چشم پرنم کو
گھٹنے کو سر تلے سے سرکایا

شکل کچھ اور ہی بنا بیٹھی | پونچھکر اشک دور جا بیٹھی

گفتگو نواب صاحب اور مس جبین کی

بولی جی کیا ہے اوداس ہو کیوں | کس کا صدمہ ہے جو اداس ہو کیوں
دل کو کس کا خیال ہے اسدم | کس پری کا ملال ہے اسدم
چپکے بیٹھے ہو ہے الم کس کا | یاد کس کی ہے دل کو غم کس کا
کہو مجھ سے جو میرے لائق ہو | میں بلا لاؤں جس کے شائق ہو
سن کے ہنسے دیا یہ انکو جواب | اس جلانے سے کیا ملیگا ثواب
میں جو مر جاؤں گا تو کیا ہوگا | آپ کا اس میں کیا بھلا ہوگا
کہہ کے میں یہ قریب جا بیٹھا | ران سے ران کو ملا بیٹھا
ہاتھ چومے بہت خوشامدیں کیں | سر سے لے پاؤں تک بلائیں لیں
بولی کیا خوب پاس سے تو ہٹو | اس طرح سے مری بلائیں نہ لو
دیکھو مجھکو ہنسی آتی ہے | انکو دیکھو تمہیں کو بھاتی ہے
کیا چڑھ آیا تھا دم معاذ اللہ | میرے تو ہوش اڑ گئے واللہ
آگ لگ جائے ایسی گھاتوں پہ | بجلی پڑ جائے تیری باتوں پہ
فی الحقیقت یہ جال تھا تیرا | یا کوئی یہ بھی چال تھا تیرا
اسے کیا تھا یہ فریب و فن | میں تو سمجھی تھی مر گئے دشمن

کون سمجھی کہ بے وقوف ہے تو
رعشہ اعضا میں آگیا تھا مرے
یہ کھنچ گیا دم آج مرا
بات عقل سے جو کوئی کہتا ہے
نہ کہ یہ مسخرہ کہ معاذ اللہ
قابو میں دست و پا نہیں اب تک
مجھکو اس غم کا کب سہارا تھا
تازہ گل پھولا خوش کمال ہوئی
میرا پیچھا بس اب نہ کیجیے آپ
سن کے میں نے کہا معاذ اللہ
کتنا کیفر ہے دل تمہارا آہ
جان یاں تو پرائی جاتی ہے
کوئی مر جائے کچھ ملال نہیں
اے ظالم یہ کیا طبیعت ہے
ایک مدت سے رنج کھاتا ہوں
منتیں کرتا ہوں ملال نہ کر
ہنس کے بولی کہ سنئے اور یہ سیر

ساری دنیا کا فیلسوف ہے تو
ہول دل میں سما گیا تھا مرے
خفقانی ہے خود مزاج مرا
خفقاں اس کا پھر دل ہٹا ہے
طوطے ہاتھوں کے اڑ گئے واللہ
ہوش میرے بجا نہیں اب تک
بے تحاشا آج تو نے مارا تھا
باغ میں آکے میں نہال ہوئی
میرے گھر مجھکو جانے دیجے آپ
بے مروت ہو کس قدر واللہ
کتنی بے رحم ہو خدا کی پناہ
واں سواری منگائی جاتی ہے
خون ناحق کا کچھ خیال نہیں
او ستمگر یہ کیا قیامت ہے
تیرے قدموں پہ سر جھکاتا ہوں
گھر کے جانے کا اب خیال نہ کر
سچ تو بتلا و جان کی تو ہے خیر

ارے او فقرہ باز کیا کہنا
سر قدم پاس لائے اور سنو
دور بھی ہو نگوڑے سودائی
کس کے عاشق بنے ہو کیسی چاہ
دلمیں تو ہیں بڑے بڑے ارمان
اک ذرا ہٹ کے بیٹھو منہ پھراؤ
ساتھ لے دے کے اپنے یاروں کو
مر دوا ہو وے نوج اس گت کا
سنکے یہ پھبتی میں نے اس سے کہا
بولی چپ رہیے منہ کی کھائیے گا
میرے پیچھے نہ اس طرح پڑیئے
کیوں نہ دل آدمی کا کرنے نرم
اب میں یہ پوچھتی ہوں تجھے بات
بس خرابی نہ کر زیادہ اپنی
کس کی آئی ہے ایسی مفت میں جان
پس گئے مر گئے جسے دیکھا
اچھی صورت جہاں نظر آئی

واہ رے چلبلاؤ کیا کہنا
تو خدارا سنت لائے اور سنو
موا ہر دم ہے لگی پیچھا ہر جائی
میں کہاں تم کہاں معاذاللہ
تم مرو ہمپہ یہ خدا کی شان
کہے چونی بھی تجھکو کسے کہاؤ
بینڈکی بھی چلی مداروں کو
جیسے دھونسا نگوڑا نوبت کا
اب یہ نوبت ہوئی ہماری بجا
اک ذرا سینک کر بجایئے گا
اور کہیں جا کے جگت لڑیئے
موا اس شکل پہ ہے کرتا گرم
کیوں تلف کرتا اپنی ہے اوقات
فصد لے بانئے فساد اپنی
فیل بازوں کے جو کرے قربان
میرے بنوں کا ہے یہی لیکھا
بن گئے دیکھتے ہی سودائی

اس سے بہتر اگر ملے کوئی اور
وہاں جا کر جما لے اپنے طور

جبکہ اس سے بھی ہو گیا دل سیر
اور لائے ادھر ادھر سے گھیر

اس سے بھی رنج جب گذرنے لگے
چھوڑا اسے دوسرے پہ مرنے لگے

جبکہ ایسا شعار ہو تیرا
پھر کسے اعتبار ہو تیرا

دل میں لعنت تمہاری کیونکر ہو
وہ کرے جان جسکو دو بھر ہو

تیری باتوں سے کھل گیا سب حال
نہ چلے گا تمہارا اب یہ جال

مفت کی جان کہاں سے لائے کوئی
فقروں بازوں پہ جو گنوائے کوئی

ہوتا تیرا سا گر ہمارا دل
پھر ہمیں بھی نہ ہوتی کچھ مشکل

رنج ہوتا نہ چھٹنے کا تمہار
تو نہیں تیرے بھائی تیس ہزار

چاہتی کچھ نہیں ہیں صورت کو
ہم تو مرتے ہیں اپنی عزت کو

کب طبیعت میں ہے نباہ تری
ایک دو دن کی ہے یہ چاہ تری

چار دن چاندنی دکھاؤ گے
وہی اندھیر پھر مچاؤ گے

وصل کی آپ کو زبان دے کون
دیدہ دانستہ اپنی جان دے کون

ایسا وہی آپ سے تپاک کرے
مفت میں جان جو ہلاک کرے

کیا کیا اظہار عشق کرتا ہے
کوئی جانے کہ سچ پہ مرتا ہے

مرشدی تیری کب میں مانتی ہوں
جیسا تو ہے میں خوب جانتی ہوں

بیچے ہیں صاف آئینہ کے طور
منہ پہ کچھ اور پیٹ پیچھے اور

بل بے بل یہ تیرا فریب و فن
تو تو موذی ہے جان کا دشمن

خوب ان باتوں میں ہے دیدہ دلیل
یہ تو ہے تیرے بائیں ہاتھ کا کھیل

جھوٹ سچ بولنے میں باک نہیں
منھ پہ کچھ ہے دلمیں خیال نہیں

ارے ظالم خدائے پاک سے ڈر
جھوٹ مت بول آنکھ ناک سے ڈر

سنو مرتے پہ کوئی مرتا ہے
یا زمانے پہ خون کرتا ہے

مجھکو آتا نہیں ہے ایسا تپاک
کاٹ دوں غیر کے سگوں کو ناک

ہوش کی اپنے کچھ دوا کیجے
مجھ سے ناحق نہ یوں چلا کیجے

جائیگا تجھ سے شوق دید کہاں
سچ یہ ہے بے سیویوں عید کہاں

ہونگی نام خدا جوان جہاں
ابھی کس کس جگہ نہ جائیگی جان

یہی دل ہے تو کیا بھلا ہوگا
دیکھئے آگے کیا ہوگا

قول کا آپ کے ثبات ہے کیا
ایسے ہرجائیوں کی بات ہے کیا

ایسوں کے چھوٹتے ہیں طور کوئی
آج ہم ہیں یہاں کل اور کوئی

ذہن میں کب یہ بات آتی ہے
کہیں عادت کسی کی جاتی ہے

رنڈی بازی نہ تجھ سے چھوٹیگی
جعلسازی نہ تجھ سے چھوٹیگی

دل ملایا کہیں کہیں توڑا
ایک کو پھانسا ایک کو چھوڑا

طالب صورت حسین ہے تو
ایک یکتا تماشبین ہے تو

تم سے دل اپنا مبتلا نہ کرے
تم پہ رحم آئے یہ خدا نہ کرے

میرے آگے سوا نہ کر بڑ بڑ
چل پچھے مردود سے حواس پکڑ

ختم بھی اُجڑی بات ہوتی ہے
ہم کو جانے دے رات ہوتی ہے

رو کے بیٹے کہا خدا کے لئے
ماں سے کہنا کہ بیا کے لیے

ہم کو تم کو کیا خدا نے بہم
میں نہ مانوں گا تیرے سر کی قسم

جھٹ پٹی ہیں کہیں سے نکلتے ہیں
بیٹھو کبھی دونوں وقت ملتے ہیں

خدمتیں سب کریں گے ہم سے غلام
یہ بھی گھر سے نہیں کرو آرام

ہنس کے کہنے لگے یہ وہ مغرور
ایسے فقروں میں آگئے ہیں ضرور

ہم ترے گھر بسر یہ رات کریں
یہی میرے ایسی بات کریں

سب سمجھتی ہوں ہیں سخن تیرے
جانتی ہوں فریب و فن تیرے

رہ بھی جاؤنگی گر ہیں آج کی رات
وہ نہیں ہوگی تم جو سمجھے ہو بات

اور منا شیاں وہ ہوتی ہیں
مردوں پہ جو جان کھوتی ہیں

خوب تنہا ہیں پھیل کر سوتے
ہم تو برسوں خبر نہیں ہوتے

رات ہوتی ہے وہ نہیں پہ کڑی
ہو نہ جب تک کوئی بغل میں پڑی

کچھ بھی تنہائی کا ملال نہیں
ایسی باتوں کا یاں خیال نہیں

پہ میری بات کب ٹلتا ہے
اپنا سا حال سب کا جانتا ہے

مشتی جہان کا بد ہے
مجھ پہ کہنا فقط خوشامد ہے

سب ترا فعل ہے بناوٹ ہے
موذی ہے چھپا ہے نٹ کھٹ ہے

الغرض بعد گفتگوئے کثیر
ہم تو دشمن ہیں جعلسازی کے
ہم تمہیں کم کرو گے اور کو پیار
قول اقرار اس کا کیجیے آپ
ذکر تک یہ کبھی نہ کیجیے رشتا
نہ چلے گا یہاں پر آپ کا دم
گر چھلکا نہ اس کا دیجیے آپ
سن کے میں نے دیا یہ اُن کو جواب
اتنا غصہ ابھی سے کیا ہے ضرور
اس سے آگے ہے اور کیا بڑھ کر
تھی جو اُن سے مجھے دغا منظور
فرق اتنا تھا ہم میں اور اُن میں
نہ رہی درمیاں میں جب تکرار
کچھ دنوں تک مزے اڑائے خوب
بھر گیا دل پھر اُن کی صحبت سے
نہ مزا جیسے اُن سے جب پایا
دی کسی نے جو اس کی اُن کو خبر

پیش کی مجھ سے اس نے یہ تقریر
آپ عادی ہیں رنڈی بازی کے
پھر یہ صحبت کبھی نہ ہوگی برار
اپنی عادت یہ چھوڑ دیجیے آپ
نام تک اس کا پھر نہ لیجیے رشتا
کیجیے اس پہ پہلے قول و قسم
اپنی راہ کو یاد کیجیے آپ
اتنا لازم نہیں ہے تم کو عتاب
جو کہو تم ہمیں ہے سب منظور
جو ہو مرضی وہ دیدوں لکھ پڑھ کر
کہنا سب اُن کا کر لیا منظور
رنڈی آخر تھی آگئی دم میں
ہو گیا وصل بعد قول و قرار
لطف اُس شوخ سے اٹھائے خوب
ہو گئی نفرت اُن کی صورت سے
اور معشوق سے دل اُلجھایا
اپنے جامے سے ہو گئے باہر

رشک سے پیچ و تاب کھانے لگی | دل ہی دل میں الم اٹھانے لگی
نہ کسی سے یہ غم کیا اظہار | صدمۂ رشک سے چڑھ آیا بخار
جی سے اپنے گذر گئی آخر | بعد چندے کہ مر گئی آخر
نہ لگائے کہیں طبیعت کو | کبھی بھولے نہ اس وصیت کو
ان سے دل کو نہ جی گنوائے کبھی | مرد کے فقرے پہ نہ آئے کبھی

کرتے ہیں یہ دغا حسینوں سے
الحذر ان تماش بینوں سے

تمام شد

اشتہار